Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 4, Issue 1
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

حافظ محمد عبدالقدوس

لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج فار بوائز، رائے ونڈ لاہور

حافظ غلام مرتضی

لیکچرار لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

ماہر القادری کی علمی و ادبی خدمات

Hafiz Muhammad Abdul Qudoos
Lecturer Govt Degree College for Boys Raiwind,Lahore
Hafiz Ghulam Murtaza
Lecturer Lahore Leads University,Lahore

Scholarly And Literary Services Of Maherul-Qadri

Mahir-ul-Qadri was born in the district of UP, India in 1906. After the establishment of Pakistan, he first came to Lahore and then migrated to Karachi. He started his literary career at the beginning of summer. He was accessible. He was a multi-lingual person. His memory was very strong. As a result of this, there was diversity in the knowledge and breadth of Purana on various topics. Mahir-ul-qadri is one of the few personalities who earned a name in literature, unfortunately, Mahir-ul-Qadri could not get the position he deserved. Mahir al-Qadri's study was very extensive, it can be estimated from the fact that he used to consult with the writers and scholars of that time to research a single word. For the purpose of research, he read many books. He was studying. And if someone raised an objection to him regarding a mistake, he would accept it with an open heart and would not give any opinion about any writing without doing research.

Key words : criticism, literature, , Poetic virtues, Inflammation, Novelist, A travel writer, Naat Khawan

کلیدی الفاظ: ماہر القادری، پوسٹ ماسٹر، صبحِ دکن، پنگھٹ کی شام، عشقِ مجازی

ماہر القادری 8 جمادی الثانی 324ھ (مطابق 30 جولائی 1906) کو ضلع بلند شہر (یو-پی، بھارت) کے ایک قصبہ کیسر کلاں میں پیدا ہوئے۔ منظور حسین اصل نام ہے۔ ماہر اور ان کی ایک بہن رحمت النساء 'محمد معشوق علی کی پہلی بیوی ممتاز بیگم کی اولاد تھے۔ رحمت النساء بڑی بہن تھی اور ماہر چھوٹے۔ ماہر آٹھ برس کے تھے جب ان کی والدہ انتقال کا ہوا۔

 Corresponding Author's Email: advghulammurtaza728@gmail.com

ماہر کے والد نے دوسری شادی معشوق النساء سے کی۔ جنھوں نے ماہر کا سگی ماں کی طرح خیال رکھا۔ماہر کے چھوٹے بھائی مسرور حسین انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ماہر کے والد کا پیشہ زراعت تھا۔خود کاشت کراتے تھے'مگر پانی کی کمی کی وجہ سے پیداوار اچھی نہ ہوتی اسی لیے وہ زیادہ خوشحال نہ تھے ی۔کاشت کاری کے ساتھ ساتھ محمد معشوق علی کیسر کلاں میں برانچ پوسٹ ماسٹر کی ذمہ داری بھی نبھاتے تھے۔ کیونکہ پورے قصبے میں صرف وہی تھوڑی بہت تعلیم حاصل کر سکے تھے۔ماہر القادری نے قرآنِ پاک اور اردو کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب سے حاصل کی۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے والد سے فارسی کی کتابیں پڑھتے رہتے اور 1915ء میں کیبر مڈل سکول ڈبائی میں داخلہ لیا۔

'' ایک طالب علم کی حیثیت سے،ماہر کو تاریخ،اردو، فارسی میں تو امتیازی حیثیت حاصل رہی، مگر ریاضی وہ کمزور تھے۔اس لیے 1924ء میں جب الٰہ آباد یونیورسٹی میٹرک کا امتحان دیا، تو فیل ہو گئے۔'' (1)

امتحان میں ناکامی سے ماہر القادری کو بہت دکھ ہوا اور والد کی وفات اس پر مستزاد تھی۔ان کی سوتیلی والدہ نے اس پریشانی سے نجات دلانے کے لیے 1925ء میں ماہر القادری کی شادی کروادی۔اس وقت ان کی عمر 19 سال تھی۔ماہر کو کھیتی باڑی سے دلچسپی نہ تھی اور وہ ملازمت کرنا چاہتے تھے۔مگر تعلیم مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ملازمت کا حصول ممکن نہ تھا۔چنانچہ انھوں نے دوبارہ امتحانات کی تیاری کی اور 1926ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا۔

بچپن ہی سے ماہر القادری اخبار اور رسائل پڑھنے کے بہت شوقین تھے۔ وہ خواجہ نظامی کا رسالہ " نظام المشائخ" اور ان کے مضامین ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھتے تھے ۔ہندوستان میں جب "تحریک خلافت" کا آغاز ہوا تو ماہر القادری اس کے سب سے کم عمر کارکن تھے۔

'' عمومی مطالعہ کے حوالے سے ''نظام المشائخ'' کے علاوہ جو رسائل و جرائد ماہر کے زیر مطالعہ رہے ،ان میں سے ماہنامہ '' زمانہ '' کانپور ، ماہنامہ ''عالمگیر'' لاہور ،ماہنامہ ''نقیب'' ''نقاش'' اور رسالہ ''ادیب'' الہ آباد بھی شامل تھے۔ تیرہ چودہ برس کہ عمر میں وہ نیاز فتح پوری کے ''نگار'' سے متعارف ہوئے اور موصوف کے شاعرانہ رومانی اسلوب تحریر سے بہت متاثر ہوئے۔''(2)

ماہر القادری کا تعلق متوسط گھرانے سے تھا۔والد کی وفات کے بعد ان کے مالی حالات کچھ اچھے نہ رہے کیونکہ انھیں زراعت سے دلچسپی نہ تھی۔انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے مرشد مولانا عبدالقدیر بدایونی سے ملازمت کے لیے سفارش کی درخواست کی۔ مولانا نے ماہر کو ابوالاعلیٰ مودودی سے ملوایا۔انھوں نے ماہر کو "الجمیت" میں رپورٹر اور مضمون نگار کی حیثیت سے ملازم رکھ لیا۔ مگر نہ معلوم وجوہات کی بنا پر ماہر ملازمت چھوڑ کر دلی واپس آگئے:

'' مولانا عبدالقدیر بدایونی کے تعلقات نظام دکن سے بہت خوشگوار تھے اور حکومت دکن کی طرف سے انہیں بھاری وظیفہ بھی ملتا تھا۔چنانچہ مولانا موصوف کی سفارش سے ماہر کو 1929ء میں حیدرآباد کے محکمہ ڈاکخانہ جات میں کلرک کی ملازمت گئی۔'' (3)

1937ء میں ماہر کی ایک نظم "سلطانِ کائنات سے خطاب" روزنامہ "صبح دکن" میں شائع ہوئی۔ جس کے نتیجے میں عتابِ شاہی ان پر نازل ہوا اور انہیں جلد از جلد دکن سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ مگر خوش قسمتی سے مہاراجہ سرکشن پرشاد، نواب بہادر یار جنگ، ہوش بلگرامی اور نواب نثار یار جنگ کی سفارش اور کوشش سے آزمائش کا یہ مرحلہ تین چار دن کے اندر اندر ختم ہو گیا۔نظامِ دکن عثمان علی خان نے انہیں طلب فرمایا، ہلکی سی فہمائش کی پھر کوتوال بلدہ کے ہاں ان کی حاضری ہوئی اور ایک معذرت نامہ لکھنے کے بعد سرکار نظام کی طرف سے اُن کے حق میں معافی نامہ جاری کر دیا گیا۔ تقسیم ہند کے بعد ماہر القادری جن حالات سے دوچار ہوئے،اس کی روداد انہوں نے خود قلم بند کی ہے ۔اس کے مطابق دلی میں خون ریز ہنگاموں کے آغاز سے بارہ دن پہلے 26 اگست کو وہ ایک خانگی ضرورت سے کیسراں کلاں چلے گئے جہاں مسلمان آبادی میں سخت خوف وہراس تھا۔ایک قریبی ریلوے اسٹیشن خورجہ پر مسلمان مسافر ٹرین میں قتل کئے جا چکے تھے اور خبریں گرم تھیں کہ ہندو اور سکھ 14 ستمبر کو کیسراں کلاں پر حملہ آور ہوں گے۔

گاؤں میں عورتوں، بچوں اور بڑے بوڑھوں سمیت مسلمانوں کی آبادی تقریباً بارہ سو نفوس پر مشتمل تھی۔ جن میں جوان اور ادھیڑ عمر افراد کی تعداد پانچ سو سے زیادہ نہ تھی۔ماہر نے انہیں منظم کیا، مدافعت کے لئے دیسی ساخت کی بندوقیں اور چھوٹی توپیں بنائی گئیں اور پہرہ بندی کا انتظام کیا گیا۔ 14 ستمبر کو تقریباً 30 ہزار ہندوؤں اور سکھوں نے کیسر کلاں پر حملہ کیا۔گاؤں کے مسلمانوں کی مدافعت کے لئے پانچ مقامات پر محاذ قائم کئے اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تین ہفتے بعد ملڑی نے گاؤں میں سے مسلمانوں کو نکالا اور

ایک ٹرین کے ذریعے پاکستان بھیجا۔ ماہر بھی اسی ٹرین میں تھے۔ ماہر پہلے لاہور اور پھر ملتان چلے گئے۔ تھوڑے عرصے بعد کراچی منتقل ہو گئے۔ جہاں انھوں نے اپنی بقیہ زندگی گزاری۔

کراچی آنے کے فوراً بعد ماہر القادری نے کچھ عرصہ تک جیکب لائن بیرکس میں قیام کیا۔ پھر بینک آف انڈیا کے قریب کیمبل اسٹریٹ میں ایک دو منزلہ فلیٹ انہیں الاٹ ہو گیا اور وہ فاران کے اجرء یعنی 1949ء کے آغاز تک وہیں مقیم رہے۔ جب اس فلیٹ کو انھوں نے "فاران" کے دفتر میں تبدیل کر لیا تو وہ پلازہ کوارٹرز میں سعید منزل سے ذرا آگے، رحمت مینشن کی چوتھی منزل کے ایک فلیٹ میں منتقل ہو گئے۔

ماہر کو گویا یہاں ایک نیا حیدر آباد مل گیا۔ مزید خوش قسمتی یہ ہوئی کہ موصوف کا تعارف جلد ہی مولانا ظفر احمد انصاری سے ہو گیا۔ اور مولانا انصاری ہی کی وساطت سے ماہر کراچی اور پاکستان کے تمام مشہور و معروف علماء، فقہا اور قائدین سے متعارف ہوئے۔ یہ امر خاصا دلچسپ اور قابلِ ذکر ہے کی جب ماہر کراچی منتقل ہوئے ہیں تو ان کی عمر 42 سال تھی، مگر علم کی پیاس باقی تھی۔ کراچی میں آنے کے فوراً بعد، ماہر القادری اس دیرینہ آرزو کی تکمیل میں مصروف ہو گئے، جس کے لیے انہوں نے دلی کو مسکن بنایا تھا یعنی وہ ایک معیاری، علمی، ادبی اور دینی رسالے کا اجراء کرنا چاہتے تھے اور جیسا کہ پہلے اس رسالے کا نام تک متعین کر چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے "فاران" کے اجراء کی کوششیں شروع کر دیں اور اپریل 1949ء میں اس کا پہلا شمارہ منظرِ عام پر آیا۔ اجرا کے بعد بہت تھوڑے عرصے میں "فاران" کامیابی سے شائع ہونے لگا، اسے معقول اشتہارات ملنے لگے اور ماہر کی نظم و نثر پر مشتمل سیاسی، مذہبی اور معاشرتی تحریریں قارئین کا حلقہ بڑھاتی چلی گئیں:

"اپنے دو ٹوک، واضح اور جرات مندانہ مؤقف کی بنا پر انھوں نے ملک کے علمی اور نظریاتی جراید میں اپنا ایک منفرد مقام بنا لیا۔ چنانچہ اپنی اسی مقبولیت کی بناء پر "فاران" عام علمی رسالوں کے برعکس خسارے کا کاربار نہ رہا اور اپنی اور اپنے مالک کی بخوبی کفالت کرنے لگا۔" **(4)**

ماہر القادری مذہبی شخصیت کے حامل تھے۔ اور اُن کی زندگی کے تقریباً ہر پہلو میں مذہبی رنگ ضرور نظر آتا ہے۔ انھیں حضور ﷺ سے قلبی محبت تھی جس کے ثبوت اُن کی نعتیہ شاعری میں جگہ جگہ ملتے ہیں۔ یعنی ماہر القادری ثواب کے حصول کے لیے نعت نہیں لکھتے تھے بلکہ رسول اللہ کی محبت میں گرفتار ہو کر لکھتے تھے۔ اُن کی نعت سے چند اشعار درجہ ذیل ہیں، جن میں حضور ﷺ کی محبت واضح محسوس کی جا سکتی ہے:

؎ کیف و مستی کا اک پیغامِ رنگین تیرا نام
انبساطِ روح کی دعوت ترا ذکرِ جمیل

؎ اے نام محمد صلِ علیٰ ماہر کے لیے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا، آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے

؎ واعظ سے کہو ذکرِ محمدؐ ہی کئے جائے
یہ تو میرا ایمان ہے، یہ تو مری جاں ہے

؎ زندگی کچھ بھی نہیں تیری محبت کے بغیر
اور بے روح محبت ہے اطاعت کے بغیر (5)

ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہر القادری نے حضورؐ کی محبت میں ڈوب کر نعتیں لکھیں۔ اپنی نعتوں میں انہوں نے حضورؐ کی سیرت اور تعلیمات کو پیش کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ یعنی ماہر القادری نعت کے ذریعے حضورؐ کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نعت گوئی میں ماہر القادری کا اپنا ایک مخصوص انداز ہے۔ اصل میں انہوں نے نعت کو دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنا کر اسوۂ حسنہ کی پیروی کا درس دیا ہے۔

ماہر القادری نے درجہ ذیل نعتیہ مجموعے تحریر کیے:

1۔ذکرِ جمیل

2۔ ظہورِ قدسی

ان کے علاوہ ’’ فاران‘‘ اور دیگر رسائل میں بھی نعتیہ کلام پیش کرتے رہتے تھے۔ دو نعتیں فارسی میں بھی لکھی۔ ماہر القادری نے نعت کے میدان میں بھی شعری اسلوب، زبان وبیان اور شعری محاسن کو مدِ نظر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا نعتیہ کلام انہیں ہم عصر نعت گو شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔ ماہر القادری نے غزل گوئی میں بھی اپنا مقام بنایا۔ ماہر کا دور ترقی پسند تحریک کا دور تھا، جس کی وہ کھل کر مخالفت کرتے تھے۔ ماہر القادری نے غزل کی بنیادی روایت کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن ترقی پسند تحریک کی مخالفت کی وجہ سے انہیں وہ مقام نہ مل سکا جس کے وہ حق دار تھے۔ ماہر القادری کو مسلسل نظرانداز کیا گیا، لیکن انہوں نے غزل میں لطافتِ بیان اور شیرینی کو بحال رکھنے کی عمدہ کوشش کی۔ ڈاکٹر تحسین فراقی ماہر القادری کی غزل کے موضوعات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

’’ اُن کی غزل کا مرکزی نقطہ حسن وعشق، تصوراتِ عشق، شدائدِ عشق، کیفیاتِ وداع و وصل اور ناز و نیازِ عشق ہیں، چنانچہ اُن کی غزلیات کا ستّر پچھتر فیصد حصّہ اِسی حسن و عشق اور انہی متنوع کیفیاتِ حسن وعشق کے لیے مخصوص ہے۔‘‘ (6)

یعنی ماہر القادری کی غزل دراصل حسن وعشق کی واردات ہے۔ اُن کی غزل میں وہ تمام شعری محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں جو بلند پایہ شعراء کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اُن کی غزل میں عشقِ مجازی کے جذبات اکثر مقامات پر نظر آتے ہیں۔ جیسے یہ اشعار:

ماہر القادری کی غزل سوز و گداز کا منبع بھی نظر آتی ہے۔ کہیں وہ شکوہ کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں دعا دیتے ہیں۔ غم کا اظہار بھی خوب صورت پیرائے میں کیا گیا کہ غم ہونے کے باوجود دعا دی گئی اور احساسِ فرقت کے لیے شمع اور پروانے کی مثال اس قدر دلکش ہے کہ قاری واہ واہ کر اٹھتا ہے۔ ان کی غزل میں طنزیہ اسلوب بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ لیکن یہ اسلوب منفی نہیں بلکہ مثبت انداز میں سامنے آیا ہے۔ یعنی ماہر اگر طنز بھی کرتے ہیں تو وہ دردمندی اور کرب کے جذبے سے لبریز ہوتا ہے۔ یعنی طنز بھی ہے اور شکایت بھی۔ طنز ایسا کہ اُس میں بھی مسکراہٹ کا پہلو نکلتا ہے۔ ان کی غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔ سادگی و سلاست سے مزین ماہر کی غزل اپنے اندر خوب صورتی کا پہلو چھپائے ہوئے ہے۔ اس سادگی کے باوجود ان کی غزل میں سوز و گداز بھی ہے، طنز بھی اور شوخی بھی۔ حسن کی تعریف اتنے سادہ پیرائے میں کی گئی ہے کہ شاعر کے اندازِ بیان پر رشک آتا ہے۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ماہر القادری کا شمار ان غزل گو شعراء میں ہوتا ہے جنہیں غزل پر عبور حاصل تھا۔ ماہر القادری کے شعری مجموعے درجہ ذیل ہیں:

1۔ محسوساتِ ماہر

2۔ نغماتِ ماہر

3۔ جذباتِ ماہر

4۔ فردوس

ماہر القادری کی شاعری کا دو تہائی حصّہ نظموں پر مشتمل ہے۔ یہ نظمیں ہر آہنگ میں لکھی گئی ی، یعنی ان میں رومانی، ملی، اصلاحی اور تاریخی ہر طرح کی نظمیں شامل ہیں۔ ماہر کی بہت سی نظمیں اقبال کی نظموں کی تقلید کرتی نظر آتی ہیں لیکن اس تقلید کے پیچھے بھی خاص مقصد پوشیدہ ہے۔ ماہر نے نظم میں بھی انفرادیت کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔

اُن کی رومانی نظموں میں ’’ پنگھٹ کی صبح‘‘ ، ’’پنگھٹ کی شام‘‘ ، ’’ چل دیئے‘‘ ، ’’ سرودِ مستانہ‘‘، ’’ جمنا کا کنارہ‘‘ ، ’’ یاد ہے‘‘، ’’ واردات‘‘، پہلی ملاقات‘‘ ، ’’ ریل کا سفر‘‘ ، ’’ پھول والی‘‘اور ’’ اک شب حاصلِ زندگانی‘‘ قابلِ ذکر ہیں۔

ماہر کی ایک نظم ’’ ریل کا سفر‘‘ سے چند مصرعے یوں ہیں:

؎ کتنا	صبیح	چہرہ،	کتنی	سیاہ	زلفیں
پھیلا	ہوا	اجالا	، سمٹی	ہوئی	گھٹائیں

؎ نظروں کے سامنے تھی وہ روحِ شادمانی
میں یہ سمجھ رہا تھا دنیا ہے غیر فانی(7)

یہ چند مصرعے ماہر القادری کی رومانی نظموں کی عمدہ مثال ہیں۔ حسن و جمال کی تعریف کے لیے الفاظ کا چناؤ نظم میں خوب صورتی پیدا کرنے کے کام آتا ہے اور ماہر نے بھی خوب صورت الفاظ اور اسلوب کا چناؤ کیا ہے۔ ان کی شاعری میں ملی اور تاریخی نظمیں بھی بہت ملتی ہیں۔ مثلاً '' فرضِ اوّلین''، ذبحِ عظیم''، افغانی نوجوان''،'' مشرقی خاتون''، مسلمانانِ سرحد اور اہمسا''، '' جدید ہندوستان''، دنیا کا مستقبل''،'' مجاہدینِ اسلام''، '' منکروحی سے خطاب'' اور '' مسلمان سے'' شامل ہیں۔

ماہر القادری کی نظموں کا ایک اہم موضوع مزدور بھی ہے۔ اپنی نظموں کے ذریعے ماہر نے کسان اور مزدور کی بے بسی کی حالت کو یوں بیان کیا ہے کہ آنکھوں کے سامنے ان کی زندگی کے سارے راز کھلتے نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری میں کمزور، مظلوم اور مفلس لوگوں سے ہمدردی کا احساس ملتا ہے۔ اس طبقے پر لکھی جانے والی نظموں میں '' پھول اور انگارے''، '' کمسن مزدور''، '' انقلاب زندہ باد'' اور '' اندھی بھکارن'' وغیرہ شامل ہیں۔ ماہر نے ان نظموں میں طبقاتی اونچ نیچ کو بڑے دکھ بھرے انداز میں بیان کیا ہے۔ کہیں مزدور طبقے کو کمونسٹوں کی چالوں سے محفوظ رہنے کی تنبیہ کی ہے۔ مثلاً:

؎ تجھ کو کچھ لوگ ملیں گے جو کہیں گے تجھ سے
آ ادھر آ کہ ترے غم کا مداوا کردیں
؎ تیری قسمت کے ستاروں کو تجلی دے کر
تیری راتوں میں اجالا ہی اجالا کر دیں
؎ تیری کشتی ہے بہت روز سے طوفانوں میں
اس کو ہم عشرتِ ساحل سے شناسا کر دیں
؎ روس سے بھوک کی ہم لے کے دوا آئے ہیں
اے مریضو! اِ دھر آؤ تمہیں اچھا کر دیں (8)

یعنی کمونسٹ طبقہ غریب اور مزدور طبقے کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے ان کو لالچ دیتے ہیں۔ اور ایسے ظاہر کراتے ہیں جیسے وہ اس غریب طبقے کے خیر خواہ ہوں۔ ماہر القادری کی نظموں میں دعوتی اور مقصدی نظمیں بھی شامل ہیں۔ قیامِ پاکستان کے دوران ہونے والے فسادات ماہر کے آنکھوں دیکھے تھے۔ اسی لیے انہیں اُن قربانیوں کا بخوبی اندازہ تھا جو حصولِ پاکستان کے لیے دی گئی۔ ماہر نے نظموں کو ذریعۂ تبلیغ بھی بنایا۔ قیام کے بعد جب انہوں نے حکمرانوں کے غریب عوام سے ناروا سلوک کو دیکھا تو خاموش نہ رہ سکے۔ قیامِ پاکستان کے بعد بھی کسی تبدیلی کو رونما ہوتا نہیں دیکھ پارہے۔ بلکہ ہر چیز پرانی روایات پر ہی چل رہی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ماہر کرب کی اذیت سے گزرتے ہیں۔ ان کی نظمیں واضح اور غیر مبہم ہیں۔ ماہر نے بہت سلجھا ہوا لہجہ استعمال کیا ہے۔ زبان و بیان اور اسلوب کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ماہر کی نظموں میں ہر طرح کا رنگ نظر آتا ہے، کہیں ملی شعور، کہیں رومانیت، کہیں تبلیغ تو کہیں تحریک ملتی ہے۔ لیکن افسوس کی ان تمام خوبیوں کے باوجود ماہر کو وہ مقام نہ دیا گیا جس کے وہ مستحق تھے۔ ماہر القادری نے چند ناول بھی لکھے، جو درجہ ذیل ہیں:

1۔ جب میں جوان تھی
2۔ کردار
3۔ کانچی ہاؤس

4۔ درِ یتیمؑ

ماہر القادری کے تمام ناول ان خصوصیات سے مزین ہیں جو کسی بھی اچھے ناول کی بنیاد ہوتے ہیں۔ ان کے ناولوں کے کردار، پلاٹ، منظر نگاری اور مکالمہ سب بہت عمدہ طریقے سے پیش کیے گئے ہیں۔ '' جب میں جوان تھی'' ماہر القادری کا پہلا ناول ہے۔ اس ناول میں ہندوستان کے تعلیم یافتہ ہندو طبقے کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بہت گٹھا ہوا ہے جس کی وجہ سے واقعات آگے بڑھتے ہیں۔ اس ناول میں بہت خوب صورتی کے ساتھ مغرب پرست معاشرے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ تمام واقعات کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ قاری اس سے بیزار نہیں ہوتا۔ ان ناولوں میں مصنوعی پن بھی نظر نہیں آتا۔ اس ناول سے چند اقتباس درجہ ذیل ہیں:

'' اس نئی روشنی کے زمانے میں حسنِ صورت سے زیادہ لچھے دار باتوں کا جادو چلتا ہے اور بہت معمولی شکل و صورت کی عورت اگر چرب زبان اور دنیا دیکھی ہوئی ہو، تو سنجیدہ نوجوان کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہے۔'' (9)

اس اقتباس میں ماہر نے عورت کے منفی کردار کو لفظی صورت میں یوں بیان کیا کہ یہ حقیقت معلوم ہونے لگا۔ یہاں ماہر نے انسانی نفسیات کی بھی خوب عکاسی کرنے کی کوشش کی ہے۔ ماہر القادری نے یہاں انسانی کمزوریوں کی سب سے بڑی وجہ ان کی خواہشات کو قرار دیا ہے۔ سادہ اور تصنع سے پاک زبان کا استعمال ماہر کی بڑی خوبی ہے، جو اس ناول میں نظر آتی ہے۔'' کردار'' ماہر القادری کا دوسرا ناول ہے۔ یہ ناول ڈپٹی نذیر احمد اور پریم چند کے ناولوں کا عکس معلوم ہوتا ہے۔ اس ناول میں امراء کی عیاشیوں اور شہری زندگی کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں۔ ماہر کے نزدیک عورت اور مرد کا میدانِ عمل ایک دوسرے سے الگ ہے اور جب عورت گھر سے باہر قدم رکھ لیتی ہے تو معاشرے میں خرابیوں پیدا ہوتی ہیں۔ ماہر نے اپنے کرداروں کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

''زندگی کھانے پینے، پہننے اور لکھنے پڑھنے کا نام نہیں ہے، زندگی صرف عظمتِ کردار اور آزادئ ضمیر کا نام ہے۔ یہ چیز چلی گئی تو بس سمجھ لو کہ آدمی مر گیا۔ اب اس کی مثال پتھر کے ٹکڑے کی ہے ہر چلنے والا اپنی ٹھوکر سے اسے جہاں چاہے پھینک دیتا ہو۔'' (10)

یہاں ماہر نے زندگی کو ایک مختلف زاویے سے جانچنے کی کوشش کی ہے اور یہ بتانا چاہا ہے کہ اگر عام لوگوں کی طرح زندگی گزری تو وہ بے مقصد ہو گی۔ اگر زندگی میں نام پیدا کرنا ہو تو کردار کی تشکیل پر زور دو۔ اس ناول میں ماہر نے عورت کے اس روپ کو پیش کیا ہے جس کے تحت عورت خود کو ہر طرح کے حالات میں ڈھال سکتی ہے۔ لیکن مرد کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر خود کو برباد کر بیٹھتی ہے۔ یعنی یہ ناول عورت کے کردار پر لکھا گیا ہے۔

'' کانچ ہاؤس'' ماہر القادری کا تیسرا ناول ہے۔ اس ناول میں معاشرے کی تقریباً ہر طبقے کی نفسیات اور عادات کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ماہر کا یہ ناول فلسفۂ حیات معلوم ہوتا ہے۔ اس میں گہری مقصدیت پوشیدہ ہے۔ ناول کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے جیسے ناول نگار معاشرے کے ہر طبقے کی نفسیات سے بخوبی آگاہ ہے۔ عزت و سربلندی انسان کے لیے کسی آزمائش سے کم نہیں اور عورت کی بے جا آزادی معاشرے کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ اس ناول سے ایک اقتباس یوں ہے:

'' پارکوں اور باغوں میں جا کر روشوں پر ٹہلنا، کچی کلیوں، نیم باز غنچوں شگفتہ پھولوں اور مہکتے ہوئے سبزے کے نظارے سے لطف اندوز ہوتا۔۔۔۔۔ یہ نظارے اس کا جی بہلاتے تھے اور اس کی عقیدت کو بھی مستحکم بناتے تھے۔ اس کا دل گواہی دیتا کہ رنگ و بو کی یہ تنظیم، انجم و کواکب کا یہ نظام، شام و سحر کی یہ ترتیب خود بخود ظہور میں نہیں آئی۔ ان کا ضرور کوئی خالق ہے۔ بے شعور مادہ خود کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ کائنات جس کی بنیاد حکمتوں پر ہے، یقیناً اس کی تخلیق میں بہت بڑے حکیم و صانع حکمت شامل ہے۔''
(11)

اس اقتباس سے ماہر نے انسان کو سوچنے کی ترغیب دی ہے۔ ان کے مطابق انسان کو اپنے ارد گرد کی اشیاء پر غور و فکر کرنا چاہیئے تاکہ وہ اس ہستی کا سراغ لگا لیں جس نے اسے پیدا کیا۔ اسی ناول میں ماہر نے انسانی منافقت کی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ ماہر کا آخری ناول ''درِ یتیم'' ہے۔ یہ ایک تاریخی ناول ہے جو آپؐ کی زندگی کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس ناول میں ماہر نے آپؐ کے حالات و واقعات اس خوب صورتی سے بیان کئے ہیں کہ پڑھنے والا کوئی گلہ نہیں کر سکتا۔ ساتھ ہی عرب معاشرے کے متعلق ضروری معلومات بھی اس خوب صورتی سے بیان کی گئی ہیں کہ ناول نگار کو داد دیے بغیر نہیں رہا جاتا۔ اس ناول میں صحابہ کرام کی جاں نثاری اور شوقِ شہادت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ماہر القادری کی ناول

نگاری اردو ادب میں بہترین اضافہ ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ان میں بہت سی خامیوں بھی نظر آتی ہیں لیکن ناول میں کردار نگاری، پلاٹ، مکالمے، منظر نگاری یعنی ہر فنی خوبی موجود ہے۔اور یہ تمام فنی خوبیاں کسی بھی ناول کی کامیابی کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔

ماہر القادری نے افسانہ نگاری میں بھی کمال دکھائے۔اور بڑی تعداد میں افسانے لکھے۔ان کی زندگی میں افسانوں کے چھ مجموعے چھپے اور وفات کے بعد بھی ایک مجموعہ چھپا۔ماہر کے افسانوں کے درجہ ذیل مجموعے ہیں:

1۔انگڑائی

2۔طلسمِ حیات

3۔حسن وشباب

4۔پیمانے

5۔مے خانے

6۔نگینے

ان مجموعوں میں کل 73 افسانے موجود ہیں۔

ماہر کے افسانوں میں بھی ایک مقصدِ حیات نظر آتا ہے۔اکثر افسانے فکر و فن کے اعتبار سے بہت عمدہ ہیں۔ان کے افسانوں میں مایوسی کے عناصر بہت کم نظر آتے ہیں۔ان افسانوں کے کردار اپنے عہد کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں اور سماجی و معاشی شعور رکھتے ہیں۔ماہر مزاجاً فلسفی ہیں لیکن ان کے افسانوں میں فلسفہ اس قدر نہیں ملتا جو قاری کو اکتاہٹ کا شکار کر دے۔ماہر کے افسانوں میں اخلاقی، تہذیبی، دینی اور سماجی اصلاح کے پہلو بھی ملتے ہیں۔ماہر نے اپنے افسانوں میں اشتراکی رہنماؤں کے اصل چہرے بھی دکھانے کی کوشش کی ہے۔

بعض افسانوں میں طوائف کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔مثلاً افسانہ '' دھڑکن'' ۔لیکن ان افسانوں میں چند ماہر اس حد تک کامیاب نہ ہو سکے جتنا باقی افسانہ نگار ہوئے۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ماہر دینی مزاج کے حامل تھے اس لیے وہ ایسے موضوعات پر کھل کر نہ لکھ سکے۔اکثر افسانوں میں اخلاق، ہمدردی، غمگساری کے پہلو بھی بیان کیے گئے ہیں مثلاً افسانہ '' بہن بھائی'' پہلی آزمائش'' اور بھکاری'' وغیرہ۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ماہر کی افسانہ نگاری بہت سی خوبیوں اور چند خامیوں کے باوجود عمدگی سے بھرپور ہے۔

ماہر القادری نے خاکہ نگاری کے میدان میں بھی بہت کمالات دکھائے۔انہوں نے '' یادِ رفتگان'' میں ایسی شخصیات کے خاکے لکھے جو یا تو بہت مشہور و معروف ہستیاں تھیں یا پھر کردار و سیے اعتبار سے بلند مقام رکھتی تھیں۔ماہر نے نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خان، سر شیخ عبد القادر، سیماب اکبر آبادی، صفی لکھنوی، مولانا تاجور نجیب آبادی، ابو العلام ناطق لکھنوی اور ڈاکٹر محمد دین تاثیر کے خاکے لکھے۔ماہر نے ان خاکوں میں ان ہستیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ماہر نے جس انداز میں خاکے لکھے انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی شخصیات کی پیش کش کے لیے بہت دیانت سے کام لیا گیا ہے۔ماہر نے مخالفین کے خاکے لکھتے ہوئے بھی عدل وانصاف کا دامن تھامے رکھا۔مثلاً مولانا عبد الماجد دریا باری، مولانا یوسف بنوری، نیاز فتح پوری اور سید سجاد ظہیر سے ان کے شدید اختلافات تھے۔لیکن ان پر خاکہ لکھتے ہوئے ماہر نے ان کی خوبیوں کو پہلے بیان کیا ہے۔ماہر القادری نے جن شخصیات پر خاکے لکھے وہ درحقیقت خلوص سے بھرپور ہیں۔ان میں خوبیاں اور خامیوں دونوں کو بیان کیا گیا ہے۔ماہر کے خاکوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ انہوں نے ایسی شخصیات کو موضوع بنایا جو معاشرے میں شہرت کی حامل نہ تھی بلکہ کردار میں بلند تھیں۔ماہر نے رنگ آمیزی سے کام نہیں لیا بلکہ دیگر اصنافِ سخن کی طرح خاکہ نگاری میں بھی حقیقت پسندی کا دامن تھامے رکھا۔ماہر کا اسلوب سادہ اور سنجیدہ ہے۔ تمام خوبیوں کے باوجود ماہر کو بری طرح نظر انداز کیا گیا۔

ماہر القادری نے دو سفر نامے لکھے۔

1۔کاروانِ حجاز

2۔سیاحت نامۂ ماہر

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ماہر کو سیر و سیاحت کو بہت شوق تھا۔بہت سے مشاعروں میں شرکت کے لیے انہیں مختلف شہروں میں جانا پڑتا۔وہ ہاں سیر و سیاحت بھی کرتے تھے۔فریضۂ حج بھی ادا کیا اور وہاں کی روداد بھی سفر نامے کی صورت میں لکھ ڈالی۔'' کاروانِ حجاز'' میں ماہر نے مدینہ اور مکہ کی ہر شے کو بہت دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔سفر کے دوران پیش آنے والے تمام واقعات کو اس خوب صورتی سے پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا خود کو اسی مقام پر محسوس کرتا ہے۔یہ سفر ماہر نے بحری جہاز میں طے کیا۔اس کی منظر نگاری بھی بہت خوب صورت انداز میں کی گئی ہے۔ماہر القادری کے اس سفر نامے اسے اندازہ ہوتا ہے کہ سفرِ حج میں کیا مشکلات پیش آتی تھیں جو آج کل نہیں ہوتیں۔

'' سیاحت نامۂ ماہر'' میں ماہر نے اپنے بیرونِ ممالک کے سفر کا درج کیا ہے۔جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ماہر انگلستان کے سفر پر بھی گئے۔اس سفر نامے میں انگلستان کے سفر کی روداد ہی بیان کی گئی ہے۔ماہر نے وہاں جو عمارات دیکھی ان کی تعریف و تحسین کی۔جو مقامات دلکش لگے انہیں خوبصورتی سے بیان کیا۔وہاں کے موسم سے لطف اندوز بھی ہوئے اور اسے سفر نامے میں بیان بھی کیا۔

غرض ماہر القادری کے سفر نامے ان کی روداد بھی ہیں اور متعلقہ مقامات کی تصویر کشی بھی۔ان کو پڑھ کر قاری کی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور ان مقامات کو دیکھنے کا تجسس بھی پیدا ہوتا ہے۔منظر نگاری ایسی دلکش ہے کہ قاری کی نظریں ان مقامات تک پہنچ جاتی ہیں اور خود کو اس کا حصہ محسوس کرنے لگتے ہیں۔مندرجہ بالا ادبی خدمات کے علاوہ ماہر القادری بطور لغت شناس اور تنقید نگار بھی ہیں۔اور ماہرِ لسانیات کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ ماہنامہ ''فاران'' کراچی، شمارہ 1، جلد 19، اپریل 1967ء، ص 31۔

2۔ ماہنامہ '' فاران'' شمارہ 4، جلد 18، جولائی 1966ء، ص 33۔

.3۔ ماہنامہ '' فاران'' شمارہ 4، جلد 18، جولائی 1966ء، ص 33۔

4۔ ماہنامہ '' فاران'' کراچی، شمارہ 12، جلد 32، ستمبر 1981ء ص 27۔

5۔ ماہر القادری ''ذکرِ جمیل'' حیدر آباد دکن، 1944ء، ص 172، 169، 104، 59۔

6۔ سہ ماہی '' سیارہ'' لاہور، شمارہ نمبر 33، لاہور، ستمبر اکتوبر 1986ء، ص 81۔

7۔ ماہر القادری '' جذباتِ ماہر'' بمبئی، کتب خانہ تاج، 1944ء، ص 33۔

8۔ ماہر القادری ''فردوس'' کراچی، مکتبہ چراغِ راہ، 1955ء، ص 43۔

9۔ ماہر القادری '' جب میں جوان تھی'' لاہور، مست قلندر بک ڈپو، 1942ء، ص 136۔

10۔ ماہر القادری '' کردار'' حیدر آباد دکن، ادارۂ اشاعتِ اردو، 1944ء، ص 47۔

11۔ ماہر القادری '' کانچی ہاؤس'' حیدر آباد دکن، کتب خانہ عابد روڈ، 1948ء، ص 75، 74۔